جماعت اہلحدیث کا ترجمان اور مسلک اہلحدیث کا داعی

جلد ۳۶ شمارہ ۲۲ جمعۃ المبارک

۴ ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ
۲۸ دسمبر ۱۹۸۴ء

مندرجات

مجلس ادارت

حافظ صلاح الدین یوسف

علیم ناصری

ایم۔ اے

معاون

محمد سلیمان انصاری

بدلِ اشتراک: سالانہ ۵۰ روپے — فی پرچہ ڈیڑھ روپیہ — ممالک غیر ۲۰ پونڈ

عبدالرحمٰن عاجز مالیرکوٹلوی

صلی اللہ علیہ وسلم

حکمِ خدا فرمانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم — سبحان اللہ شانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

نازشِ کُل وہ، شمعِ سُبُل وہ، رہبرِ کُل وہ، فخرِ رُسُل وہ — ہر خوبی شایانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

عابد و اعبد، زاہد و ازہد، ماجد و امجد، حامد و احمد — عظمتِ بے پایانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مونسِ آدم، محسنِ عالم، خلق کے ہمدم، زخم کے مرہم — سب پر ہے احسانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

علم میں اعلم، فہم میں افہم، قول میں احکم، فعل میں اکرم — جاری ہے فیضانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اُن کا تکلم، گُل کا تبسم، ان کا تبسم، لطف و تکرم — ابرِ عطا دامانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

خُلق میں فضل، خَلق میں اوّل، حسن میں اجمل، عقل میں اکمل — یہ سیرت یہ شانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

نازشِ اختر، چاند سے بہتر، مہر سے انور، گُل سے حسیں تر — حُسنِ رُخِ تابانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اُن کی محبت وجہِ سعادت، ان کی اطاعت رُوحِ عبادت — ایماں ہے عرفانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

نورِ ہدایت، شمعِ صداقت، ماہِ امانت، مہرِ دیانت — اللہ اللہ شانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

صدق[۱] میں کامل، عدل[۲] کی منزل، حلم[۳] کے حامل، علم[۴] کے عامل — گُل ہائے بُستانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

دل میں لگن ہو، لب پہ سخن ہو، روح مگن ہو، طیبہ وطن ہو
عاجزِ نغمہ خوانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

[۱] حضرت ابوبکر صدیق رض [۲] حضرت عمر رض [۳] حضرت عثمان رض [۴] حضرت علی رض

فون مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی
— ۲۳۴۷۶ —
۲۸ دسمبر ۱۹۸۴ء
۴ ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ

فون دفتر الاعتصام
— ۵۴۴۰۶ —
جلد — ۳۶
شمارہ — ۲۲

سردار شوکت حیات پھر بولے — !

روزنامہ جنگ لاہور کے ۲۶ مارچ سنہ ۸۴ء کے "جنگ فورم" میں ایک از کار رفتہ مسلم لیگی لیڈر سردار شوکت حیات نے ایک انٹرویو دیتے ہوئے کہا تھا کہ قیام پاکستان میں "لا الٰہ الا اللہ" کا نعرہ محض بچوں کا انتخابی نعرہ تھا ورنہ اس میں پاکستان کو اسلامی مملکت بنانے کا کوئی پروگرام نہیں تھا۔ پاکستان کا مطالبہ محض انگریز کی غلامی اور ہندو کی اقتصادی بالادستی سے نجات حاصل کرنے کے لئے کیا گیا تھا۔ اس پر ہم نے الاعتصام کی ۶ اپریل سنہ ۸۴ء کی اشاعت میں انہی کالموں میں اس پر اپنے معروضات پیش کئے تھے — اب پھر وہی سردار جی "جنگ" ہی میں رطب اللسان ہوئے ہیں۔ جنگ ۱۶ دسمبر سنہ ۸۴ء میں ان سے منسوب یہ خبر شائع ہوئی ہے۔ "مسلم لیگی رہنما سردار شوکت حیات نے کہا ہے کہ قائد اعظم مذہبی حکومت کی بجائے یہاں اسلامی فلاحی معاشرہ قائم کرنا چاہتے تھے ...... لا الٰہ الا اللہ کا نعرہ قائد اعظم کا نہیں بلکہ طالب علموں کا تھا۔ قائد اعظم اسلامی معاشرہ چاہتے تھے .... — قیام پاکستان کے بعد ایک امریکی صحافی کو پہلے انٹرویو میں قائد اعظم نے کہا تھا کہ پاکستان کبھی بھی مذہبی ریاست نہیں بنے گا پہلی دستور ساز اسمبلی کے پہلے اجلاس سے خطاب کے دوران بھی قائد اعظم نے کہا تھا کہ آج سے یہاں کوئی مسلمان یا کوئی ہندو نہیں ہے۔ مسلمان آزادی سے مساجد میں اور ہندو آزادی سے مندروں میں جا کر عبادت کر سکتے ہیں۔ بانی پاکستان کے یہ ارشادات اُس پاکستان کے لئے تھے جس کی مولینا مودودیؒ نے مخالفت کی تھی۔"

اس خبر میں سردار جی نے یہ بھی بتایا ہے کہ مولانا مودودیؒ اور دیگر زعمائے اسلام نے پاکستان کی مخالفت کی تھی اس سے وہ یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ فلاں فلاں پاکستان کے مخالف تھے اور اب بھی ان کی جماعتیں یا ان کے معتقد لوگ پاکستان کے حقیقی وفادار نہیں — ان کی یہ سیاسی قلابازی دراصل ان کی اپنی مسلم لیگی قیادت کی دورنگی کی مظہر ثابت ہوتی ہے اور اپنے قائد کی نیت پر زبردست حملہ کے مترادف ہے۔ نیز ان کے بیان کے بین السطور سے یہ متبادر ہوتا ہے کہ اُس وقت مسلم لیگ کے حریف مسلم زعماء کی سیاسی بصیرت بے پناہ تھی اور وہ جانتے تھے کہ یہ لوگ کلمہ طیبہ کے نعرے کے باوجود پاکستان کو اسلامی ریاست بنانے میں مخلص نہیں اور مسلمانوں کو ایک "پُرفریب نعرے" سے اپنے مقاصد کے لئے استعمال کر رہے ہیں۔ گویا مسلم لیگی قیادت کا مقصد محض "ترکے کی تقسیم" تھا اور وہ اس میں سے اپنا حصہ رسدی حاصل کرنا چاہتے تھے۔ ان کا اصل مقصد اسلامی نظریاتی مملکت کا قیام نہیں تھا لہٰذا اس وقت کی جمعیت علمائے ہند کے بعض زعماء" مجلس احرار اسلام" خاکسار تحریک، بریلوی علماء و اکابر وغیرہم مسلم لیگ کی قیادت کی نیت کو بھانپ چکے تھے اس لیے

انہوں نے پاکستان کی مخالفت کی تھی ـــ ظاہر ہے کہ سردار جی کی اس منطق یا "حقیقی انکشاف" کی رُو سے مخالفین حق بجانب تھے۔ پھر آخر یہ لوگ آج لوگوں پر سب و شتم کس برتے پر کر رہے ہیں ـــ؟

ہم اپنی گزشتہ اپریل کی معروضات میں یہ گزارش کر چکے ہیں کہ مسلمانانِ ہند نے پاکستان کو حقیقی اسلام کا ملجا و ماویٰ سمجھتے ہوئے اپنے گھر بار لٹوائے تھے اور اپنے عزیز و اقارب کی گردنیں کٹوائی تھیں۔ وہ لوگ مسلم لیگ کی اس دورنگی کو قطعاً نہیں جانتے تھے اور "لا الٰہ الا اللہ" کے نعرے کو حقیقی اسلام کا ابھرتا ہوا سورج تصور کرتے تھے۔ اس لئے انہوں نے کسی مخالف کی باتوں پر دھیان نہیں دھرے اور لڑتے مرتے پاکستان کی کشتی کو کنارے لگا گئے ـــ جس قسم کے اسلام کی تعبیر سردار جی اور ان کے ہمنوا کرتے ہیں وہ تو ہندوستان میں پوری طرح موجود تھا۔ نمازیں، روزے، عیدیں اور دیگر مذہبی عوامل پر کوئی قدغن نہیں تھی۔ نہ ہندو اس پر مزاحم ہوتے تھے اور نہ سکھ اس کی مخالفت کرتے تھے۔ اصل مخالفت تو اسلام کے چہرۂ زیبا کی نقاب کشائی کے سلسلے میں تھی جس کا دعویٰ مسلم لیگی لیڈر گھر گھر پھر کر کیا کرتے تھے۔ مسلم لیگ کے چھوٹے لیڈر تو لوگوں کو یہاں تک کہا کرتے تھے کہ قائد اعظم کو فلاں بزرگ نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کچہری میں بیٹھے دیکھا ہے۔ وہ راتوں کو عبادت کرتے ہیں اور اپنی خلوتوں میں اللہ کے سامنے رو رو کر پاکستان کی کامیابی کے لئے دعائیں کیا کرتے ہیں۔ نیز بقول ہمارے دیوبندی دوستوں کے قائد اعظم نے کہا تھا کہ میرے ساتھ اتنا بڑا عالم ہے کہ اگر ایک پلڑے میں اس کا علم رکھا جائے اور ایک پلڑے میں کل ہندوستان کے علماء کا علم رکھا جائے تو اس اکیلے کا علم بڑھ جائے گا ـــ اور وہ مولانا اشرف علی تھانوی ہیں ـــ ہمیں اس عالم کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے عالم کی ضرورت نہیں ـــ نیز مولانا تھانوی ہی نے مولانا شبیر احمد عثمانی کو قائد اعظم کے پاس بھیجا تھا ـــ اور وہی پاکستان کے پہلے شیخ الاسلام تھے ـــ

(نوائے وقت ۱۳ دسمبر ۶۴ء **فیچر** بسلسلہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ)

ـــ !! اگر یہاں اسلام کا احیاء اور نفاذ مقصود نہیں تھا تو پھر یہ سب کھکھیڑ کرنے کی کیا ضرورت تھی ـــ؟

بایں ہمہ اب سردار جی اور ان کے ہمنواؤں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ان کی اور ان کے قائدین کی نیت خواہ کچھ بھی ہو پاکستان کو تو ایک اسلامی ریاست ہی کی حیثیت سے متعارف کرایا جا چکا ہے اور دورِ گزشتہ میں آپ کی "منافقتوں" نے جو وقت ضائع کیا ہے اس کے جواب دِہ تو اللہ کے حضور آپ ہی ہوں گے مگر اب یہاں اسلام کو کسی نہ کسی طرح نافذ ہونا ہے موجودہ قیادت نے واشگاف طور پر قرآن و سنت کی طرف اپنا رُخ موڑ رکھا ہے۔ اس میں خواہ کتنی ہی رکاوٹیں آپ اور آپ کے حواری ڈالتے رہیں اب آپ کی بیل منڈھے نہیں چڑھے گی۔ یہاں کے لوگ اسلام ہی کو پسند کرتے ہیں اور اسلام ہی کی صبح روشن یہاں طلوع ہو کر رہے گی۔ آپ کے ان بیانات کی اب کوئی شنوائی نہیں ہوگی بلکہ خطرہ ہے کہ آپ کے بیانات دینی اور دنیاوی دونوں طرح خسارے کا موجب نہ بن جائیں یاد رکھیے یہ ملک قائد اعظم یا مسلم لیگ کی جاگیر نہیں بلکہ اسلام کی ریاست ہے جہاں شخصیات نہیں اللہ اور اس کے رسول کا حکم چلے گا۔ ہم اپنی معروضات اپنے سابقہ اداریے کے آخری جملے پر ہی ختم کرتے ہیں اور وہ یہ کہ "اسلام ایک ابھرتی ہوئی سحر ہے جس کے آگے کوئی سیاسی دیوار کھڑی نہیں کی جا سکتی۔ اگر لیڈر اپنے نعرے میں مخلص نہیں تھے تو نہ سہی ـــ قوم تو مخلص تھی ـــ اور خداوند قدوس مخلص لوگوں کا ہی ساتھ دیتا ہے ـــ فافہم !!

حسنِ نیت پر عمل کا ہے مدار
قولِ سردارِ دو عالمؐ یاد رکھ
انما الاعمال بالنیات پر
اپنے قول و فعل کی بنیاد رکھ

مولانا محمد صدیق صاحب سٹیلائٹ ٹاؤن، سرگودھا

عورت کی دیت اور اس کی مقدار

قائلینِ مساواتِ دیت کی خدمت میں

آج کل دیت کا مسئلہ اخبارات میں موضوعِ بحث بنا ہوا ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کے برابر ہے یا کم و بیش؟ اس بارے میں تین مختلف نظریئے ہیں۔

مختلف نظریات بعض علماء کا قول ہے کہ زخم سے قتل تک عورت کی دیت مرد کی دیت کے برابر ہے۔ اس دور میں اس نظریے کے نمایاں حامیوں میں سے مولانا محمد حنیف ندوی۔ پروفیسر محمد طاہر القادری اور مولانا ریاض الحسن نوری کا نام خصوصیت سے قابلِ ذکر ہے۔

(۲) بعض علماء وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ زخم سے قتل تک عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے۔

(۳) اہلِ علم کی ایک وہ جماعت ہے جن کا قول ہے کہ تہائی تک عورت کی دیت مرد کی دیت کے برابر ہے باقی میں عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے۔

نظریاتِ مذکورہ کا جائزہ دلائل کی رُو سے تیسرا نظریہ راجح ہے اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

جن علماء کا یہ قول ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کے برابر ہے ان کا یہ قول اجماعِ صحابہؓ اور سنتِ نبویؐ کے سراسر مخالف ہے۔ اس نظریے کے ثبوت میں صحیح حدیث تو درکنار ایک ضعیف حدیث بھی نہیں ہے۔ صرف پہلے علماء میں سے یہ قول ابن علیہ اور الاصم کی طرف منسوب کیا جاتا ہے مگر ان کے اس قول کو پوری اُمت کے ائمہ نے مسترد کر دیا ہے (مغنی ابن قدامہ ج ۹ ص ۵۳۲)

مولانا محمد حنیف ندوی کی دلیل انہوں نے اپنے بیان میں اس نظریہ کی حمایت کرتے ہوئے یہ دلیل دی ہے کہ ......

..... قرآن نے مرد اور عورت کو یکساں اعزاز کا مستحق ٹھہرایا ہے اور بحیثیت انسان جو شرف و تکریم انسان کو عطا کی گئی ہے اس میں عورت کسی بھی درجہ میں کم نہیں۔ انہوں نے کلام کو جاری رکھتے ہوئے یہ بھی کہا کہ جان اور خون تو بہر حال سب کا یکساں ہے۔ دیت کے معاملہ میں عورت کو مرد کا نصف قرار دینا اسلام کی پیش کردہ سوشل فلاسفی سے ہم آہنگ نہیں (روزنامہ جنگ ۱۶ اکتوبر ۸۴ء)

دیت کا مسئلہ اپنے وجود اور نصاب میں قرآن و حدیث اور اجماعِ اُمت کا محتاج ہے مگر مولانا محترم نے اپنے نظریے کے ثبوت میں نہ قرآن میں سے کسی آیت کا حوالہ دیا ہے اور نہ ہی کوئی صحیح یا ضعیف حدیث بیان کی ہے اور نہ اجماعِ اُمت میں سے اس کا ثبوت مہیا کیا گیا ہے۔ صرف قیاس کو بروئے کار لایا گیا ہے جو باعثِ اطمینان نہیں ہے اس لئے کہ یہ ضروری نہیں کہ عورت جو شرف و تکریم اور جان و خون میں مرد کے مساوی ہے وہ شریعت کے ہر حکم میں مرد کے برابر تصور کی جائے، شہادت اور وراثت کے مسئلے میں اسلام نے عورت کو مرد کا نصف قرار دیا ہے اور قرآن میں اس کی صراحت موجود ہے تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ اس صورت میں عورت شرافت و کرامت اور جان و خون میں مرد کے مساوی نہیں ہے؟ یقیناً مساوی ہے تو عورت کی دیت کے نصف ہونے سے اس کی شرافت و تکریم اور جان و خون کی یکسانیت کیسے مجروح ہو سکتی ہے؟

اگر شہادت و وراثت میں عورت کا نصف ہونا اسلام کی سوشل فلاسفی سے ہم آہنگ ہے تو عورت کی دیت کا نصف ہونا یہ اسلامی فلاسفی سے کیوں ہم آہنگ نہیں۔؟

پروفیسر محمد طاہر القادری کے دلائل

انہوں نے اپنے ایک طویل بیان میں کہا ہے:۔

"جو علماء کہتے ہیں کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے

نصف ہے ان کے پاس ایک بھی مرفوع حدیث نہیں جس سے ان کا یہ دعویٰ ثابت ہو سکے "۔

دوسری بات جو انہوں نے کہی ہے وہ یہ ہے کہ :۔

" عبداللہ بن عمرو بن العاص کی جو حدیث بیان کی جاتی ہے اس میں صرف اتنا ہے کہ تہائی تک عورت کی دیت مرد کی دیت کے برابر ہے باقی دیت میں نصاب کا کوئی ذکر نہیں "

تیسری بات جو انہوں نے اپنے موقف کے ثبوت میں بطور دلیل بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ دیت قصاص کا بدل ہے جس طرح قصاص میں مرد عورت کے برابر ہیں دیت میں بھی برابر ہیں ۔

چوتھی بات جو انہوں نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں بطور دلیل بیان کی ہے وہ ابن ماجہ میں حضرت ابن عباس سے مروی حدیث ہے جس کے الفاظ یہ ہیں ۔ اَلْمُسْلِمُوْنَ تَتَكَافَأُ دِمَاؤُهُمْ یعنی "مسلمانوں کے خون برابر ہیں "

پانچویں بات جو بطور دلیل بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ ہر انسان کی دیت سو اونٹ ہے اس کو فرمانِ نبویؐ کہا گیا ہے ۔

جائزہ

اب ان کے بیان کردہ دلائل کا ترتیب وار جائزہ لیا جاتا ہے ۔

پہلی بات انہوں نے کہی ہے کہ :۔

عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے ۔ ایسا کہنے والوں کے پاس ایک بھی صحیح مرفوع حدیث نہیں ۔

پروفیسر صاحب کی بات میں کہاں تک حقیقت ہے یہ الگ ایک مسئلہ ہے اس پر بحث کا حق باقی ہے لیکن خود انہوں نے اپنے پورے مضمون میں اپنے دعویٰ کے ثبوت میں نہ قرآن مجید سے کوئی آیت پیش کی ہے اور نہ کسی حدیث کا حوالہ دیا ہے ۔ بلکہ ان کا یہ دعویٰ اجماعِ صحابہؓ کے خلاف ہے (مغنی ابن قدامہ جلد ۹ ص ۵۳۲)

غلط فہمی

ان کے دعویٰ کا محور اور مرکز حدیث المسلمون تتکافأ دماؤھم ہے ۔ جس کا معنیٰ ہے کہ مسلمانوں کے خون ایک جیسے ہیں ۔ لیکن پروفیسر صاحب نے معنیٰ کیا ہے کہ قصاص اور دیت دونوں برابر ہیں ۔ یہ معنیٰ علماء میں سے آج تک کسی نے نہیں کیا اور نہ یہ استدلال کیا ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کے برابر ہے ۔ جو شخص حدیث کے معنیٰ کو نہ سمجھ سکے اس کو تحقیق مسائل کا حق نہیں ہے

سطحی علم

سنن نسائی میں مروی حدیث جس میں ہے کہ تہائی تک عورت کی دیت مرد کی دیت کے برابر ہے ، اس پر تبصرہ کرتے ہوئے پروفیسر صاحب نے فرمایا ہے :۔

اس حدیث میں نصف دیت والے الفاظ ہرگز موجود نہیں یہ جناب کا اپنا اضافہ ہے ۔

ان کا یہ قول درست ہے کہ تہائی سے آگے نصف دیت کے الفاظ نہیں مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ اس سے آگے برابر دیت کے لفظ بھی نہیں ۔ برابر دیت ثابت کرنے کے لئے جو حربہ استعمال کیا جائے گا اسی حربہ کو نصف دیت کے ثبوت میں بروئے کار لایا جا سکتا ہے ۔ نصف دیت کا ثبوت احادیث میں ملتا ہے برابر دیت کا ثبوت کہیں سے بھی نہیں ملتا ۔

مسائل کی تحقیق میں بصیرت ، تعمق فی العلم اور اجتہادی قوت کا ہونا لازمی امر ہے ۔ اصول مشہور ہے کہ عدم ذکر سے عدم شے لازم نہیں آتا ۔ اگر نسائی کی حدیث میں تہائی دیت سے آگے کی دیت کے بارہ میں نصف دیت کے لفظ مذکور نہیں تو نہ سہی لیکن نصف دیت کا معنیٰ اہل علم کو دکھائی دیتا ہے ۔

یہ بات تو پروفیسر صاحب کے نزدیک مسلّم ہے کہ نسائی کی حدیث میں ہے کہ تہائی تک عورت کی دیت مرد کی دیت کے برابر ہے ۔ اس سے آگے دیت کا اور دیت کے نصاب کا کوئی ذکر نہیں ۔ اس صورت میں تین باتوں میں سے ایک بات کا ماننا لازم آتا ہے ۔

(۱) یہ مانا جائے کہ جب تہائی دیت سے آگے نہ دیت کا ذکر ہے اور نہ نصاب کا تذکرہ ہے تو اس سے آگے نہ دیت ہے اور نہ نصاب دیت ۔

(۲) یا پھر یہ کہا جائے کہ تہائی تک جس طرح عورت کی دیت مرد کی دیت کے برابر ہے تہائی دیت کے بعد بھی برابر ہے۔

(۳) یا یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ تہائی دیت تک عورت کی دیت مرد کی دیت کے برابر ہے اس سے آگے کی دیت میں عورت کی دیت نصف ہے۔

پہلی بات تو حقیقت کے خلاف ہے اس لئے کہ زخم سے لے کر قتل تک اسلام نے دیت مقرر کی ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ قتل خطا میں مقتول کے اہل کو دیت دی جائے گی۔ لہٰذا یہ کہنا غلط ہے کہ تہائی دیت کے بعد دیت نہیں۔

دوسری بات بھی غلط ہے کہ تہائی دیت سے کم دیت عورت کی دیت مرد کی دیت کے برابر ہے۔ اسی طرح تہائی دیت سے آگے کی دیت میں عورت کی دیت مرد کی دیت کے برابر ہے حدیث میں حتی کا لفظ ہے جو انتہار غایت کے لئے آتا ہے۔ یعنی عورت کی دیت مرد کی دیت کے برابر تہائی تک ہے۔ اس سے آگے عورت کی دیت مرد کی دیت کے برابر نہیں۔ اس سے ان لوگوں کی تردید ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کے برابر ہے۔

اب صرف تیسری صورت باقی ہے کہ تہائی کے بعد باقی دیت میں عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے۔ گو نصف دیت کے لفظ نہیں۔ اگر فحوائے کلام سے سمجھ میں آتا ہے بعض روایات اور احادیث میں نصف دیت کا لفظ بھی پایا جاتا ہے۔ لہٰذا پروفیسر صاحب کا یہ کہنا کہ نصف دیت کسی عالم کا اضافہ ہے حدیث میں اس کا ذکر نہیں۔ ان کی بے بصیرتی اور اجتہادی قوت کے فقدان پر دلالت کرتا ہے۔ (باقی)

درسِ منتخباتِ قرآن

ترتیب و تبصرہ: پروفیسر عبداللہ شاہین

عبودیّت انبیاءؑ کرام

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ۝ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ آل عمران ۷۹-۸۰

ترجمہ:۔ کسی آدمی کو شایاں نہیں کہ خدا تو اُسے کتاب، حکمت اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ خدا کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ بلکہ (یہ کہنا سزاوار ہے کہ) تم (علمائے) ربّانی ہو جاؤ۔ کیونکہ تم کتاب (خدا) پڑھتے پڑھاتے ہو۔ اور اس کو یہ بھی نہیں کہنا چاہیئے کہ تم فرشتوں اور پیغمبروں کو خدا بنا ڈالو۔ بھلا جب تم مسلمان ہو چکے تو کیا اُسے زیبا ہے کہ تمہیں کافر ہونے کو کہے۔

تفاسیر

ابن کثیر فرمایا کہ کسی انسان کو کتاب و حکمت اور نبوت و رسالت پا لینے کے بعد یہ لائق نہیں کہ اپنی پرستش کی طرف لوگوں کو بلائے۔ جب انبیاءِ کرام کا، جو اتنی بڑی بزرگی فضیلت اور مرتبے والے ہیں۔ یہ منصب نہیں تو کسی اور کو کب لائق کہ اپنی بندگی کی تلقین کرے۔ یہاں یہ اس لئے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ آپس میں ایک دوسرے کو پوجتے تھے (قرآن شاہد ہے جو فرماتا ہے۔ ان لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو اپنا ربّ بنا لیا ہے" ترمذی کی حدیث میں ہے کہ حضرت عدی بن حاتم نے رسولِ مقبولؐ کی خدمت میں عرض کی کہ وہ تو اُن کی عبادت نہیں کرتے تھے۔ تو آپؐ نے فرمایا کیوں نہیں؟ وہ اُن پر حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دیتے تھے اور یہ ان کی مانتے چلے جاتے تھے۔ یہی ان کی عبادت تھی۔ پس جاہل درویش اور بے سمجھ علماء اور مشائخ اس مذمت اور ڈانٹ ڈپٹ میں داخل ہیں۔ رسولؐ اور ان کی اتباع کرنے والے علماء کرام اس سے الگ ہیں۔ وہ تو صرف خدائی فرمان کی تبلیغ کرتے ہیں۔ ان کی ہدایت تو لوگوں کو ربّانی بننے کی ہوتی ہے کہ وہ سمجھدار، عابد و زاہد اور متقی ہیں۔

فائدہ:۔ معلوم ہوا کہ انبیاء کرام نے کبھی بھی کسی اُمتی کو اپنا بندہ نہیں کہا اور نہ ہی اس کو پسند فرمایا ہے۔ لہٰذا جو لوگ حضور پاکؐ کے بارے میں شاعرانہ ترنگ میں ؎

"یٰعِبَادِیْ"[1] کہہ کے ہم کو شاہؐ[2] نے
اپنا بندہ کر لیا پھر تجھ کو کیا
(حدائق بخشش[3])

---

۱ اے میرے بندو ۲ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
۳ مولانا احمد رضا خاں کا مجموعہ نعت

میر تقی میر جیسا غزل گو شاعر بھی کہتا ہے ؎[4]

۴ ۔ الٰہی کیسے ہوتے ہیں جنہیں ہے بندگی خواہش ۔ ہمیں تو شرم دامن گیر ہوتی ہے خدا ہوتے ۔

بازعم خویش دعویٰ کرتے ہیں وہ منشاء ایزدی اور مزاجِ مصطفےٰ ﷺ کے خلاف عمل کرتے ہیں اور حضورؐ کے افتخارِ عبودیت کو پامال کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ صاحب "ضیاء القرآن" پیر کرم شاہ صاحب سورہ نساء کی آیت ۲،۱ کے ضمن میں رقمطراز ہیں۔ حضور رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام جب معراج کی رات مقامِ قرب کی انتہا تک پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا۔ اے سراپا حسن و خوبی! میں آج تجھے کس اعزاز سے مشرف کروں؟ تو حضورؐ نے عرض کی "مجھے اپنا بندہ ہونے کا شرف عطا فرما" شاید یہی حکمت ہے کہ جس آیت میں معراج کا ذکر ہے وہاں حضورؐ کے متعلق "عبدہٗ" کا لفظ مذکور ہے۔

افسوس ہے کہ آج کے دور میں اگر کوئی شخص حضور پاکؐ کو اللہ تعالیٰ کا بندہ کہہ دے تو عوام کالانعام مرنے مارنے پر تُل جاتے ہیں۔ حالانکہ حکیم الامت شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبال مقامِ عبودیت کو سرمایۂ انسانیت قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

متاعِ بے بہا ہے درد و سوزِ آرزو مندی
مقامِ بندگی دے کر نہ لوں شانِ خداوندی

ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے۔

لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ عَبْدِي وَأَمَتِي كُلُّكُمْ عَبِيدُ اللّٰهِ (صحیح مسلم - کتاب الالفاظ من الادب وغیرہا ج ۲ ص ۲۰ - طبع مصر)

یعنی "تم میں سے کوئی شخص کسی کو میرا بندہ یا میری بندی کہہ کر نہ پکارے تم سب اللہ کے بندے ہو۔"

احکام و مسائل

مولانا سعید مجتبیٰ سعیدی - فاضل مدینہ یونیورسٹی

تیجے، ساتویں، چالیسویں کی حیثیت اور ایصالِ ثواب کا مشروع طریقہ

یہ مضمون چند سوالات کے جواب میں لکھا گیا ہے چونکہ مضمون میں ہر جواب سے پہلے سوال درج کر دیا گیا ہے اس لئے ابتداء میں سوالات حذف کر دیئے گئے ہیں۔ (ادارہ)

واضح ہو کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں دین اسلام کی تکمیل فرما دی تھی۔ جس میں کسی قسم کی کمی، بیشی یا ترمیم کی حاجت اور ضرورت باقی نہیں رہی۔

ارشادِ خداوندی ہے۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ "آج کے دن میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور میں نے تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا۔"

اسی طرح آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے۔ تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهٖ (موطا امام مالک۔ باب النهي عن القول بالقدر۔ ج ۲ ص ۲۰۸) یعنی "میں تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ تم جب تک ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے (۱) اللہ کی کتاب (۲) اس کے نبیؐ کی سنت۔"

مذکورہ بالا آیت کریمہ اور ارشادِ نبویؐ سے معلوم ہوا کہ دین کی بنیاد صرف اور صرف کتاب اللہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ نیز ہمارا ایمان ہے کہ آں حضرت نے اللہ تعالےٰ کی طرف سے آئی ہوئی جملہ تعلیمات اور ہدایات اُمت تک من وعن پہنچا دیں۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّهَا النَّاسُ لَيْسَ مِنْ شَيْءٍ يُقَرِّبُكُمْ اِلَى الْجَنَّةِ وَيُبَاعِدُكُمْ مِّنَ النَّارِ اِلَّا قَدْ اَمَرْتُكُمْ بِهٖ وَلَيْسَ شَيْءٌ يُقَرِّبُكُمْ مِنَ النَّارِ وَيُبَاعِدُكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ اِلَّا قَدْ نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ (مشکوٰۃ ص ۴۵۲)

"کہ ہر وہ چیز جو تمہیں جنت سے قریب اور جہنم سے دور کر دے اس کے کرنے کا میں نے تمہیں حکم دیا ہے۔ اور جو جو چیز تمہیں جہنم سے قریب اور جنت سے دور کر دے اس سے منع کر دیا ہے۔"

مذمتِ بدعت

جس چیز کا ذکر شریعت مطہرہ میں بالکل نہ ہو اسے دینی و شرعی حیثیت دے کر باعث اجر و ثواب سمجھتے ہوئے جاری و اختیار کرنا بدعت کہلاتا ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کے مطابق بدعت مردود اور ناقابلِ قبول ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحْدَثَ فِيْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ (مشکوٰۃ ص ۲۷ بحوالہ متفق علیہ)

ایک دوسرے فرمان میں آپؐ نے بدعت کی مذمت فرماتے ہوئے بدعت کو گمراہی قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما بعد فان خیر الحدیث کتاب اللہ وخیر الھدی ھدی محمد صلی اللہ علیہ وسلم وشر الامور محدثاتھا وکل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ رواہ مسلم (مشکوٰۃ ص۲۷)

پس معلوم ہوا کہ جن چیزوں کی بنیاد قرآن وسنت میں نہ ہو اُسے نیکی کی حیثیت دے کر اختیار کرلینا بدعت ہے۔ خواہ وہ عمل بظاہر کتنا ہی اچھا اور مفید اور پسندیدہ کیوں نہ لگتا ہو۔ اللہ تعالےٰ کے ہاں اس کی کوئی حیثیت اور وقعت نہیں کیونکہ ایسا شخص گویا کہ یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ دین خداوندی نامکمل اور ناقص ہے اور یہ عمل بھی ہونا چاہیئے۔ اور وہ اپنے اس عمل سے دین کی تکمیل کرنا چاہتا ہے۔

اسی قسم کے لوگوں کے بارے میں ارشاد ربانی ہے۔

قُلْ ھَلْ نُنَبِّئُکُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا الَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُھُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَھُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّھِمْ وَلِقَائِہٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ فَلَا نُقِیْمُ لَھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَزْنًا ذٰلِکَ جَزَاؤُھُمْ جَھَنَّمُ بِمَا کَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْا اٰیٰتِیْ وَرُسُلِیْ ھُزُوًا (کہف)

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واتباع میں انسان کے لئے نجات ہے مسلمان آدمی کو وہی عمل کرنا چاہیئے۔ جس کا آں حضرتؐ کے قول وعمل سے ثبوت ہو۔ ارشاد باری تعالےٰ ہے۔ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ" کہ "تمہارے لئے اللہ کے رسول کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے"۔

اسلافِ اُمت بھی اتباعِ سُنت میں نجات کا ہی عقیدہ رکھتے تھے۔

عن الزھری قال کان من مضی من علمائنا یقولون الاعتصام بالسنۃ نجات (سنن دارمی ص۴۴ ج۱) "حضرت زہری فرماتے ہیں کہ ہم سے پہلے علماء فرمایا کرتے تھے کہ عمل بالسنۃ میں ہی نجات ہے"۔

یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ جب بھی کوئی قوم بدعت کو اختیار کرے تو اللہ تعالےٰ کا قانون ہے کہ ان سے اسی قدر سنتیں اٹھالی جاتی ہیں۔

عن غضیف بن الحارث الثمالی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما احدث قوم بدعۃ الا رفع مثلھا من السنۃ فتمسک بالسنۃ خیر من احداث بدعۃ (احمد۔ بزار۔ مشکوٰۃ ص۳۱) کہ "کوئی قوم بدعت ایجاد کرے تو ان سے اتنی ہی سنت اٹھالی جاتی ہے۔ پس سنت پر عمل کرنا ایجادِ بدعت سے بہتر ہے"۔

نیز ارشاد خداوندی ہے۔ وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا۔

لہٰذا مسلمان کا یہ شیوہ ہونا چاہیئے کہ جس چیز کا ثبوت آنحضرتؐ کے قول وعمل سے ملے اسے قابل عمل سمجھے اور ہر وہ چیز جس کا ذکر نہ قرآن میں ہو نہ آں حضرتؐ کی سنت میں، اس سے اجتناب کرے۔

آمدم برسرِ مطلب

آپ کا سوال کہ میت کی وفات کے بعد اہل میت کی طرف سے تیسرے، ساتویں، دسویں، چالیسویں روز پُرتکلف دعوتوں کا اہتمام جیسا کہ خوشی کے موقعہ پر کیا جاتا ہے۔ ان دعوتوں کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ جواباً

انتہائی اختصار کے ساتھ پیش نظر کیا جا چکا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد آپ کے اصحاب کرام سے اس قسم کی دعوتوں کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ لہٰذا اسے بلا خوف تردید ایجاد بندہ یعنی بدعت کہا جائے گا جو کہ سراسر ناجائز بلکہ کبیرہ گناہ ہے۔ اس سے اجتناب کرنا چاہیئے اور اس قسم کے غلط رواجات و رسومات کی حوصلہ شکنی انتہائی ضروری ہے۔

اہلِ میّت کی طرف سے دعوت کی شرعی حیثیت

اُوپر بیان گزرا کہ کسی کی وفات کے بعد پس ماندگان کی طرف سے دعوتوں کے اہتمام کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ چنانچہ حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔ كُنَّا نَرَى الْاِجْتِمَاعَ عَلٰى اَهْلِ الْمَيِّتِ وَصَنْعَةَ الطَّعَامِ مِنَ النِّيَاحَةِ ۔ (احمد ۔ ابن ماجہ باب ما جاء فی النھی عن الاجتماع الی اَهْلِ الْمَيِّتِ وَصَنْعَةَ الطَّعَامِ مِنَ النِّيَاحَةِ) کہ "ہم اہل میّت کے پاس اجتماع کرنے اور ان کے کھانے کے انتظام کرنے کو نوحہ تصور کیا کرتے تھے" اور نوحہ کے ممنوع اور ناجائز ہونے کا سب کو علم ہے۔ بلا ایک حدیث میں تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والوں اور سننے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔ پس جیسے نوحہ کرنا حرام ہے اسی طرح اہل میّت کے ہاں لوگوں کا جمع ہونا اور وہاں کھانا کھانا بھی حرام ہے۔ لہٰذا میّت کے دفن کے تیسرے چوتھے یا کسی بھی روز اہل میّت کا موت کی وجہ سے کھانا پکانا اور لوگوں کو کھلانا حرام اور ناجائز ہے۔

اہلِ میّت کو کھانا پہنچایا جائے

اہلِ میت کو کھانے کا انتظام کرنے کی تکلیف دے کر مقروض اور زیر بار کرنا ویسے بھی نامناسب اور اخلاقی جرم ہے کیونکہ وہ تو پہلے ہی غمزدہ اور مصیبت زدہ ہوتے ہیں۔ انہیں اتنی فرصت اور ہوش کہاں کہ اتنی بڑی بڑی جماعتوں کے لئے کھانوں کا انتظام کر سکیں۔ اسی لیے اصل شرعی مسئلہ یہ ہے کہ متعلقین، دوست احباب وغیرہ انہیں کھانا بہم پہنچائیں۔

عن عبداللہ بن جعفر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِصْنَعُوْا لِاٰلِ جَعْفَرٍ طَعَامًا فَاِنَّهٗ قَدْ اَتَاهُمْ اَمْرٌ يَشْغَلُهُمْ (سنن ابی داؤد باب صنعۃ الطعام لاھل المیت سنن ابن ماجہ باب ما جاء فی الطعام یبعث الی اھل المیت، جامع الترمذی، باب ما جاء فی الطعام یصنع لاھل المیت۔ مصنف عبدالرزاق ۳/۵۵۰) یعنی "آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آل جعفر کے لئے کھانا تیار کرو کیونکہ ان کو ایسا معاملہ درپیش آگیا ہے (وفات کا) کہ جس نے ان کو مشغول کر دیا ہے"

لوگوں نے اس حدیث پر تو عمل چھوڑ دیا اور ایجاد بندہ کو اختیار کر لیا ہے

برین عقل و دانش بباید گریست

(نوٹ) لوگوں کے اس عمل سے آں حضرت کے اس فرمان کی عملی تصدیق ہوگئی کہ جو لوگ بدعت اختیار کرتے ہیں ان سے سنّت اٹھالی جاتی ہے (صدق الرسول صلی اللہ علیہ وسلم)

تحقیق و تنقید

جناب مولانا قاضی اطہر صاحب مبارکپوری

حضرت سلمان فارسیؓ کی عمر

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ طبقۂ صحابہ میں ممتاز عبّاد و زہّاد میں سے تھے، ان کے بڑے مناقب و فضائل ہیں۔ فارس کے مقام اصفہان یا رام ہرمز، یا جے کے رہنے والے تھے۔ صحیح دین کی تلاش و طلب میں مدتوں سرگرداں رہے۔ مختلف دیار و امصار کا چکر کاٹا، متعدد بار غلام بنائے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے پر مسلمان ہوگئے۔ غلامی کی وجہ سے ابتدائی غزوات میں شریک نہ ہو سکے۔ حتیٰ کہ ۵ھ میں پہلی بار غزوۂ خندق میں شریک ہوئے۔ اس کے بعد عہدِ رسالت کے تمام غزوات میں حصّہ لیتے رہے۔ عہدِ فاروقی میں عراق و مدائن وغیرہ کی فتوحات میں بھی برابر شریک رہے۔ آخر میں مدائن کے قاضی اور والی بنائے گئے۔ اور اسی ذوق میں وہیں ۳۶ھ کے آخر یا ۳۷ھ کی ابتداء میں انتقال کیا۔ بعض مورخین نے ان کی وفات ۳۳ھ یا ۳۴ھ یا ۳۵ھ میں بتائی ہے۔

حضرت سلمان رضہ کا شمار معمرین صحابہ میں ہوتا ہے یعنی وہ طویل العمر صحابہ میں سے ہیں۔ عام طور سے مورخین و محدثین کے یہاں سو، سوا سو، اور ڈیڑھ سو سال تک کے عمر دراز لوگوں پر معمر کا اطلاق ہوتا ہے۔ بعد میں ایک بزرگ نے بغیر کسی مستند حوالہ کے بتایا کہ اہل علم کہتے ہیں کہ حضرت سلمانؓ ساڑھے تین سو سال تک زندہ رہے، اور ان کے ڈھائی سو سال تک زندہ رہنے میں تو شک ہی نہیں ہے۔ ان کے بعد آنے والے تقریباً تمام مورخوں اور تذکرہ نگاروں نے حضرت سلمانؓ کے ذکر میں اس قول کو بلا نقد و نظر کے نقل کر دیا۔ حتیٰ کہ آٹھویں صدی میں امام ذہبیؒ نے حضرت سلمانؓ کی عمر تحقیق کر کے صرف اسّی سال بتائی اور نویں صدی میں حافظ ابن حجرؒ نے امام ذہبی کے اس قول کو بلا سند کہہ کر ساڑھے تین سو یا ڈھائی سو سال والے قول کی صحت کا امکان خرقِ عادت اور کرامت کے طور پر ظاہر کیا۔

ذیل میں مذکورہ بالا باتوں کو ہم تفصیل سے بیان کرتے ہیں اور آخر میں اپنی رائے پیش کریں گے۔ اہل علم سے اس بارے میں مزید تحقیق کی گزارش ہے۔

ابن سعد متوفی ۲۳۰ھ نے حضرت سلمان فارسیؓ کی وفات عہدِ عثمانی میں مدائن میں بتائی ہے۔ اور ان کی عمر کے بارے میں کچھ نہیں لکھا ہے [1]

خلیفہ بن خیاط متوفی ۲۴۰ھ نے ان کی وفات ۳۶ھ میں لکھی ہے۔ عمر کے متعلق کوئی بات نہیں لکھی ہے [2] امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ نے نہ سنہ وفات بتایا ہے اور نہ ہی عمر کے بارے میں کچھ لکھا ہے [3]

ابن قتیبہ متوفی ۲۷۶ھ پہلے مورخ ہیں جنہوں نے حضرت سلمان رضہ کو طویل العمر بتایا ہے وہ واضح طور سے ان کی درازیٔ عمر کا ذکر کیا ہے، وہ لکھتے ہیں۔

حضرت سلمانؓ نے طویل عمر پائی اور خلافتِ عثمانی کی ابتداء میں فوت ہوئے اور بعض روایتوں میں ہے کہ خلافت

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۳۱۹ - بیروت

[2] تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۲۱۴ -

[3] تاریخ کبیر - ج ۲ قسم ۲ ص ۱۳۶

خاروتی میں فوت ہوئے [۳]

ہمارے علم میں علامہ ابن قتیبہؒ [۴] پہلے مورخ اور تذکرہ نگار ہیں، جنہوں نے حضرت سلمانؓ کو طویل العمر بتایا ہے۔ ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ نے امام بخاریؒ کی طرح ان کے سنہ وفات اور عمر کے متعلق خاموشی اختیار کی ہے [۵] ابن عبدالبر اندلسی متوفی ۴۶۳ھ نے حضرت سلمانؓ کی عمر کے سلسلے میں کچھ نہیں لکھا ہے [۶]۔

مذکورہ بالا ان تمام قدیم و ثقہ محدثین اور مستند مورخین میں سے کسی نے حضرت سلمان کی درازیٔ عمر کے متعلق کچھ نہیں لکھا ہے، حالانکہ ان کی وفات کے اختلاف سنین کو مفصل بیان کیا ہے۔ البتہ ان میں ابن قتیبہ نے ان کی طولانیٔ عمر کی پہلی بار تصریح کی ہے مگر اس کی مدت بیان نہیں کی ہے۔

بعد کے مورخوں اور تذکرہ نویسوں میں خطیب بغدادی پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے حضرت سلمانؓ کی عمر کے بارے میں ایک قول نقل کیا ہے، مگر اس پر کوئی نقد و نظر نہیں کی بلکہ اس کے آخر میں " وکان من المعمرین " کہہ کر گویا اس قول کی تضعیف کر دی جیسا کہ ان کے شیخ حافظ ابو نعیم اصفہانی کا یہی قول ہے۔ ہم یہاں خطیب بغدادی کا پورا بیان پیش کرتے ہیں۔

" جعفر بن احمد بن فارس کا بیان ہے کہ میں نے عباس بن یزید کو محمد بن نعمان سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اہل علم کہتے ہیں کہ حضرت سلمانؓ ساڑھے تین سو سال تک زندہ رہے، اور ڈھائی سو سال میں شک ہی نہیں کرتے ہیں، وہ معمرین میں سے تھے، کہا گیا ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کے وصی کا زمانہ پایا تھا اور وہ اگلے پچھلے ادیان کے عالم تھے اور انہوں نے کتابیں (انجیل اور قرآن) پڑھی تھیں " [۷]

عباس بن یزید کون بزرگ ہیں۔؟ یقینی طور پر معلوم نہ ہو سکا۔ خطیب بغدادی نے حافظ ابوالفضل عباس بن یزید بن ابو حبیب بحرانی متوفی ۲۵۸ھ کا ذکر کیا ہے، جو عباسویہ کے لقب سے مشہور ہیں۔ اور یحییٰ بن سعید القطان اور ابن عیینہ وغیرہ کے شاگرد ہیں۔ یہ صاحب تصانیف کثیرہ محدث ہیں۔ ان کے بارے میں دارقطنی کا قول ہے کہ تکلموا فیہ (محدثین نے ان کی ثقاہت میں کلام کیا ہے) ان ہی کا دوسرا قول ہے، وہ ثقہ امین ہیں۔ انہوں نے اصفہان، بغداد، ہمدان اور سامرا میں حدیث کا درس دیا ہے۔ حافظ محمد بن اسحاق مسوحی اصفہانی کا بیان ہے کہ میں طلب حدیث کے لئے بصرہ گیا تو وہاں کے محدثین نے کہا کہ تم یہاں کس لئے آئے ہو؟ میں نے کہا طلب حدیث کے لئے، انہوں نے کہا تمہارے یہاں (اصفہان میں) عباس بن یزید بحرانی ہیں؟ میں نے کہا ہاں، اس پر انہوں نے کہا کہ تب تم ہمارے یہاں رہ کر کیا کروگے [۸] ہو سکتا ہے کہ یہی عباس بن یزید ہوں جن کا یہ قول حضرت سلمان کی عمر کے بارے میں ہے۔ اور جیسا کہ اصابہ میں ہے، ابوالشیخ نے بھی اپنی کتاب طبقات الاصفہانیین میں یہ قول نقل کیا ہے [۹] بلکہ آنے والے تقریباً سب ہی تذکرہ نویسوں نے اس قول کو بلا رد و قدح نقل کیا ہے۔

چنانچہ ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ نے صفۃ الصفوۃ میں لکھا ہے:۔

" علمائے سیر نے کہا ہے کہ حضرت سلمانؓ معمرین میں سے تھے۔ حضرت عیسیٰؑ کے وصی کا زمانہ پایا تھا۔ اور ڈھائی سو سال تک زندہ رہے، اور کہا گیا ہے کہ اس سے زیادہ مدت تک زندہ رہے [۱۰] "

ابن اثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ نے قال العباس

---

[۴] المعارف ص۱۱۱

[۵] ۔ الجرح والتعدیل ج ۲ قسم ۱ ص ۲۹۶ ۔

[۶] ۔ الاستیعاب ج ۲ ۔ ص ۵۷۳ ۔

[۷] ۔ تاریخ بغداد ۔ ج ۱ ص ۱۶۴

[۸] تاریخ بغداد ۔ ج ۱۲ ص ۱۴۲

[۹] الاصابہ ۔ ج ۳ ۔ ص ۱۱۳

[۱۰] صفۃ الصفوۃ ۔ ج ۱ ۔ ص ۲۲۴

بن یزید : قال اہل العلم کہہ کر یہی قول نقل کیا ہے ، اور اس کے بعد سعاً ابو نعیم کا قول بھی نقل کیا ہے کہ حضرت سلمانؓ معمرین میں سے تھے ، اسی کے ساتھ یقال کہہ کر لکھا ہے کہ انہوں نے خود حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا زمانہ پایا ہے جب کہ خطیب اور ابن جوزی نے وصی عیسیٰؑ کا نام لیا ہے [11]

حافظ ابن حجر متوفی ۸۵۲ھ نے تہذیب التہذیب میں ابو الشیخ کے حوالہ سے عباس بن یزید کا صرف قول نقل کر دیا ہے اور اس کے بارے میں اپنی رائے ظاہر نہیں کی ہے [12] مگر اصابہ میں کرامۃً اس کو ممکن بتایا ہے ، پہلے انہوں نے امام ذہبی متوفی ۷۴۸ھ کی یہ تحقیق پیش کی ہے ،

" ذہبی نے کہا ہے کہ میں نے حضرت سلمانؓ کے سن کے متعلق تمام اقوال دیکھے ہیں ، ان سب سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی عمر ڈھائی سو سال سے متجاوز تھی ، اور اختلاف اس سے زائد میں ہے ، پھر تحقیق کے بعد میں نے اس سے رجوع کیا اور مجھے معلوم ہوا کہ ان کی عمر اسی ۸۰ سال سے زیادہ نہیں تھی "

پھر سعاً اس قول پر اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

" میں کہتا ہوں کہ ذہبی نے اپنے اس قول کی بنیاد اور سند نہیں بیان کی ہے ، میرا خیال ہے کہ اس قول کی وجہ حضرت سلمانؓ کی وصال نبوی کے بعد فتوحات میں شرکت اور قبیلہ کندہ کی ایک عورت سے شادی وغیرہ ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس زمانہ میں ان کی زندگی میں نشاط اور تاب و توان کی کچھ قدر بے باقی تھیں ۔ لیکن اگر ان کی درازیٔ عمر کا قول ثابت ہو جائے تو یہ ان کے حق میں کرامت ہوگی ۔ اور اس کے ثبوت سے کوئی چیز مانع نہیں ہے ۔ کیونکہ ابو الشیخ نے " طبقات الاصفہانیین " میں عباس بن یزید سے روایت کی ہے کہ اہل علم کہتے ہیں کہ حضرت سلمانؓ ساڑھے تین سو سال تک زندہ رہے اور ڈھائی سو سال میں

[11] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۳۲ تہران

[12] تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۱۳۸ ۔

تو شک ہی نہیں کرتے ہیں " [13]

مذکورہ بالا مباحث کا خلاصہ یہ ہے کہ تیسری صدی تک حضرت سلمان فارسی کی درازیٔ عمر کے متعلق کوئی روایت نہیں ملتی ہے ، ابن سعد ، خلیفہ بن خیاط ، امام بخاری ، ابن ابی حاتم رازی ، ابن عبد البر اندلسی رحمہم اللہ نے ان کے حالات میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے ، البتہ ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ حضرت سلمانؓ کو طویل عمر دی گئی تھی ، ان تمام ائمہ حدیث و تاریخ اور علمائے اخبار و سیر کے مقابلہ میں خطیب بغدادی نے ایک عالم کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت سلمانؓ ساڑھے تین سو سال تک زندہ رہے ۔ اور ڈھائی سو سال میں تو شک ہی نہیں ہے ۔ خطیب کے بعد عام مورخوں اور تذکرہ نویسوں نے اپنی کتابوں میں اس قول کو نقل کر کے خاموشی اختیار کی ، اکثر نے اسی کے ساتھ " وکان سلمان من المعمرین " لکھ دیا اور مذکورہ روایت پر نقد و نظر کے لئے اتنا ہی کافی سمجھا ، ان میں صرف امام ذہبیؒ نے اس بارے میں تحقیق و تلاش سے کام لیا اور ان کی عمر صرف اسی ۸۰ سال بتائی ہے ۔

ساڑھے تین سو سال یا ڈھائی سو سال والی روایت بوجوہ قابل نظر ہے ۔ تین چار صدی گذرنے کے بعد ایک عالم و محدث نے اپنے ایک دوست یا تلمیذ سے یہ بات کہی جسے ایک راوی نے سنا اور اس کی روایت کی ، عباس بن یزید ، محمد بن نعمان اور جعفر بن احمد بن فارس کے بارے میں معلوم ہونا چاہیئے ، کہ محدثین میں ان کا کیا مقام و مرتبہ ہے ؟ اور سب سے بڑھ کر اس قول کی سند قال اہل العلم ، یا اہل العلم یقولون (اہل علم نے کہا ہے یا اہل علم کہتے ہیں) بالکل مجہول و غیر مستند ہے ، اتنی بڑی اور اہم بات کہنے والے اہل علم کے نام ۔ حالات اور مبلغ علم کا معلوم ہونا ضروری ہے ۔ اس بارے میں داستان گوئی کا انداز غیر معتبر ہے ۔ پھر اس قول کا انداز بھی غیر ذمہ دارانہ قسم کا معلوم ہوتا ہے ۔ جیسے ان " اہل علم " کو اپنے قول پر خود اعتماد نہیں

[13] الاصابہ ، ج ۳ ۔ ص ۱۱۳ ۔

ہے۔ اور ساڑھے تین سو سال کہہ کر فوراً ہی گھٹا کر ڈھائی سو سال کر دیا اور اس کو شک و شبہ سے بالاتر بتایا۔ حالانکہ کھلے طور پر ڈھائی سو سال میں کمی زیادتی کا احتمال ہے کیونکہ حضرت سلمانؓ کی وفات سنہ ۳۳ھ، ۳۵ھ، ۳۶ھ میں سے کسی ایک میں بتائی گئی ہے۔

ذہبیؒ نے "تجرید اسماء الصحابہ" میں حضرت سلمانؓ کا صرف نام لیا ہے، نہ ان کا سنہ وفات لکھا ہے اور نہ ہی عمر کے متعلق کچھ لکھا ہے مگر جیسا کہ ابن حجر نے اصابہ میں لکھا ہے[٢٠]۔ انہوں نے اپنی تحقیق سے حضرت سلمانؓ کی عمر صرف اسی۸۰ سال بتائی ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے اسی سے اختلاف کرتے ہوئے اسے بے سند بتایا ہے۔ حالانکہ اس کی سند میں وہی باتیں پیش کی جا سکتی ہیں جن کو ابن حجر نے اپنے خیال کے مطابق نقل کیا ہے۔ کیونکہ ڈھائی سو سال کی عمر میں فتوحات میں شرکت اور نکاح کرنا معنی نہیں رکھتا ہے۔ وصال نبوی کے بعد ان میں اتنی طاقت و توانائی نہیں کہ وہ ان کاموں سے بخوبی عہدہ برآ ہوتے تھے، ہمارے خیال میں ذہبیؒ کے یہ دلائل عباس بن یزید کی دلیل "قال اهل العلم" سے زیادہ قوی ہیں جس کو حافظ ابن حجرؒ نے کرامۃ زیادتی عمر کے سلسلہ میں پیش کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ امام ذہبیؒ کا قول اس سلسلہ میں قول فیصل ہے، بلکہ اس سے بھی اختلاف کی گنجائش ہے، مدت عمر کی تعیین کے بغیر حضرت سلمان رضؓ کو معمرین میں شمار کرنا احوط ہے جس کا اطلاق سو سال یا اس سے زائد والے لوگوں پر ہوتا ہے۔ صاحب مشکوٰۃ نے اکمال میں "وکان من المعمرین" لکھ کر قیل کے بعد ڈھائی سو سال اور ساڑھے تین سو سال لکھا ہے۔ اور اول الذکر کو بلا دلیل اصح بتایا ہے۔

---

[٢٠] تجرید اسماء الصحابہ ج ١ ص ٢٢٠

مولانا سید جعفر شاہ پھلواری (مرحوم)

درودِ تاج پر ایک نظر

درودِ تاج کے ساتھ بے شمار کراماتی قسم کے مناقب و فضائل وابستہ ہیں جس کا متن حسب ذیل ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَاحِبِ التَّاجِ وَالْمِعْرَاجِ وَالْبُرَاقِ وَالْعَلَمِ دَافِعِ الْبَلَاءِ وَالْوَبَاءِ وَالْقَحْطِ وَالْمَرَضِ وَالْاَلَمِ ط اِسْمُهٗ مَكْتُوْبٌ مَرْفُوْعٌ مَشْفُوْعٌ مَنْقُوْشٌ فِی اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ ط سَیِّدِ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ ط جِسْمُهٗ مُقَدَّسٌ مُعَطَّرٌ مُطَهَّرٌ مُنَوَّرٌ فِی الْبَیْتِ وَالْحَرَمِ ط شَمْسِ الضُّحٰی ط بَدْرِ الدُّجٰی ط صَدْرِ الْعُلٰی ط نُوْرِ الْهُدٰی كَهْفِ الْوَرٰی مِصْبَاحِ الظُّلَمِ ط جَمِیْلِ الشِّیَمِ شَفِیْعِ الْاُمَمِ ط صَاحِبِ الْجُوْدِ وَالْكَرَمِ ط وَاللّٰهُ عَاصِمُهٗ وَجِبْرِیْلُ خَادِمُهٗ وَالْبُرَاقُ مَرْكَبُهٗ وَالْمِعْرَاجُ سَفَرُهٗ وَسِدْرَةُ الْمُنْتَهٰی مَقَامُهٗ وَقَابَ قَوْسَیْنِ مَطْلُوْبُهٗ وَالْمَطْلُوْبُ مَقْصُوْدُهٗ وَالْمَقْصُوْدُ مَوْجُوْدُهٗ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ شَفِیْعِ الْمُذْنِبِیْنَ اَنِیْسِ الْغَرِیْبِیْنَ رَحْمَةٍ لِّلْعَالَمِیْنَ رَاحَةِ الْعَاشِقِیْنَ مُرَادِ الْمُشْتَاقِیْنَ شَمْسِ الْعَارِفِیْنَ سِرَاجِ السَّالِكِیْنَ مِصْبَاحِ الْمُقَرَّبِیْنَ مُحِبِّ الْفُقَرَاءِ وَالْغُرَبَاءِ وَالْمَسَاكِیْنِ سَیِّدِ الثَّقَلَیْنِ نَبِیِّ الْحَرَمَیْنِ اِمَامِ الْقِبْلَتَیْنِ وَسِیْلَتِنَا فِی الدَّارَیْنِ صَاحِبِ قَابَ قَوْسَیْنِ مَحْبُوْبِ رَبِّ الْمَشْرِقَیْنِ وَالْمَغْرِبَیْنِ جَدِّ الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ مَوْلَانَا وَمَوْلَی الثَّقَلَیْنِ اَبِی الْقَاسِمِ مُحَمَّدِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ نُوْرٍ مِّنْ نُّوْرِ اللّٰهِ یٰۤاَیُّهَا الْمُشْتَاقُوْنَ بِنُوْرِ جَمَالِهٖ صَلُّوْا عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ؕ

ترجمہ:۔ اے خدا رحمت کاملہ نازل فرما اُوپر سردار ہمارے اور مالک ہمارے محمدؐ کے جو صاحب تاج اور معراج اور بُراق اور نشان کے ہیں دُور کرنے والے سختی اور وبا اور قحط سالی اور بیماری اور درد کے۔ نام ان کا لکھا گیا ہے بیچ لوح اور قلم کے سردار ہیں عرب اور عجم کے۔ جسم ان کا بہت پاک۔ خوشبودار، پاکیزہ روشن بیچ خانہ کعبہ اور حرم کے۔ آفتاب چاشت کے۔ ماہتاب اندھیری رات کے۔ مسند نشین بلندی کے۔ نور راہ راست کے۔ پناہ مخلوقات کے۔ چراغ تاریکیوں کے۔ نیک عادتوں والے۔ بخشانے والے اُمتوں کے۔ صاحب بخشش اور بزرگی کے۔ اور اللہ نگہبان ہے ان کا اور جبریل خدمت گزار ہے ان کا۔ اور براق سواری ہے ان کی اور معراج سفر ہے ان کا۔ اور سدرۃ المنتہیٰ (جو بیری ہے آسمان پر) مقام ہے ان کا قاب قوسین (وصال الٰہی) مطلوب ہے ان کا اور مطلوب مقصود ہے اور مقصود موجود ہے سردار رسولوں کے۔ خاتم سب نبیوں کے۔ بخشانے والے گنہگاروں کے۔ غم خوار مسافروں کے۔ رحمت واسطے جہان کے لوگوں کے۔ موجب آرام عاشقوں کے مراد مشتاقوں کے۔ آفتاب خداشناسوں کے۔ چراغ راہِ خدا پر چلنے والوں کے۔ چراغ مقربوں کے۔ دوست رکھنے والے محتاجوں اور مسافروں اور مفلسوں کے۔ سردار جن وانس کے۔ نبی مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے۔ پیشوا بیت المقدس اور کعبہ کے۔ وسیلہ ہمارے بیچ دنیا اور آخرت کے صاحب مرتبہ مقدار دو کمانوں کے محبوب پروردگار دو مشرقوں اور مغربوں کے۔ نانا امام حسنؓ اور امام حسینؓ کے مالک ہمارے اور مالک جن وانس کے۔ کنیت ابوالقاسم نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیٹے عبداللہ کے۔ ایک نور ہیں اللہ کے نور سے۔ اے عاشقو!

زرجمال آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درود بھیجو اوپر ان کے، اوران کی اولاد کے اوران کے یاروں کے اورسلام بھیجو سلام بھیجنا۔

جس نے بھی کہا ہے صحیح کہاہے کہ ع

خطائے بزرگاں گرفتن خطا است

مگر اس کے کچھ اور پہلو بھی ہیں جن کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اس کے ساتھ تین مصرعے اور ملا لیجئے۔

خطائے بزرگاں گرفتن خطا است

خطا را خطائے نہ گفتن خطاست

خطا را خطا گر شمردی رواست

چو گفتی خطا را درستی خطاست

درود تاج کے بعض مقامات مجھے کھٹکتے ہیں۔ علماکرام سے کچھ طالب العلمانہ استفسار[1] کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔ اپنی علمی بے بضاعتی کا مجھے اقرار بھی ہے اور پورا احساس بھی۔ بہرحال وہ شکوک یہ ہیں :۔

(۱) عربی میں مشفوع اسے کہتے ہیں جو مجنون ہو یا اسے نظر بد لگی ہو، یا وہ طاق جسے جفت کیا گیا ہو۔ یہ سارے معنی یہاں بے محل ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ یہ لفظ مشفوع لہ ہو لیکن یہاں یہ معنی لینا بھی صحیح نہیں۔ آں حضرت شافع ہیں۔ شفیع اور مشفع ہیں۔ یعنی شفاعت کرنے والے۔ اور مقبول الشفاعت تو ہیں مشفوع لہ نہیں۔ نعوذ باللہ آں حضرت کی کون شفاعت کرسکتا ہے؟ پھر نام مبارک (اسم) کا منقوش فی اللوح ہونا تو سمجھ میں آتا ہے لیکن منقوش فی القلم ہونا نرالی سی بات ہے۔ اگر منقوش فی اللوح بالقلم ہوتا تو پھر بھی بات واضح ہو جاتی۔

(۲) واقعہ یہ ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ حضرت جبرئیل کا مقام جہاں جاکر وہ ٹھہر گئے اور آگے نہ جا سکے۔ آنحضور کی یہ گزرگاہ تھی، مقام نہ تھا۔

(۳) قاب قوسین مطلوبہٗ والمطلوبہٗ مقصودہٗ والمقصودہٗ موجود قاب قوسین کو حضور کا مطلوب و مقصود قرار دینا اس وقت تک محل نظر رہے گا جب تک کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے اس کی تصدیق نہ ہو جائے۔ علاوہ ازیں یہ پوری عبارت ہی عجمی قسم کی عربی عبارت ہے۔ موجودٌ کی ترکیب اضافی کچھ عجیب سی ہے۔ مقصود اس کا وجود ہے کیا مطلب ہوا۔؟

(۴) انیس الغریبین کسی عربی دان کو نہیں معلوم کہ غریب کی جمع غربا ہے نہ کہ غریبین۔ آگے خود ہی اس درود کے مصنف نے محبّ الفقراء والغرباء والمساکین لکھا ہے اس کے علاوہ دونوں جگہ لفظ غریب کا مفہوم وہ لیا گیا ہے جو ہماری اردو زبان میں ہے۔ یعنی محتاج/بے مایہ، حالانکہ یہ لفظ عربی زبان میں عجیب و نادر کے لئے آتا ہے۔ یا پردیسی کے معنی میں۔ ہم بولتے ہیں عجیب و غریب یا غریب الوطن۔ ہم اردو میں غریب بمعنی حاجت مند اور امیر بمعنی دولت مند بول سکتے ہیں لیکن عربی زبان میں یہ مفہوم ہی نہیں۔

(۵) راحۃ العاشقین محبت ایک لطیف میلان قلب کا نام ہے مگر عشق محض زیرِ گندم ہوتا ہے جس کا سارا تعلق حسن و شباب سے ہے۔ مولانا رومی نے صحیح کہا ہے ؎

عشق نبود ایں کہ در مردم بود

ایں خمار از خوردنِ گندم بود

لفظ عشق اتنا گرا ہوا، گھٹیا اور رکیک لفظ ہے کہ قرآن اور احادیث صحیحہ نے اس لفظ کے استعمال سے مکمل احتراز کیا ہے انسان کو اپنے والدین سے، بھائی بہن سے۔ دختر و فرزند سے کمال درجے کی محبت تو ہو سکتی ہے اور ہوتی ہے لیکن ان میں سے کسی ایک سے بھی عشق نہ ہوتا ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ آنحضور کو معشوق کہنا انتہائی بدتمیزی ہے پس جب حضور معشوق نہیں تو راحت العاشقین کس طرح ہو سکتے ہیں؟ حضور حبیب ہیں اور راحت المحبین ہیں، راحت العاشقین نہیں۔ محبت مطلوب ہے عشق مطلوب نہیں۔ محبت کو بقا ہوتی ہے عشق فانی ہے۔ عشق اسی وقت باقی رہتا ہے جب تک حسن و شباب کے تقاضے باقی ہیں۔

[1] مولانا کی زندگی میں یہ مضمون شائع ہوا تھا مگر اس استفسار کا جواب نہیں آیا۔ دوبارہ الاعتصام میں شائع کیا جا رہا ہے ممکن ہے کوئی صاحب علم جواب دے۔

اردو اور فارسی میں تو ہم لفظ عشق کو کمال محبت لگن لگن اور قوت محرکہ کے معنوں میں لے سکتے ہیں ، رومیؒ اور اقبالؒ نے انہی معنوں میں بے شمار جگہ استعمال کیا ہے لیکن یہ مفہوم صدیوں کے بعد کی عجمی پیداوار ہے ۔ عربی زبان میں یہ مفہوم نہیں ۔ اور درود تاج عربی میں جس طرح غریب بمعنی محتاج نہیں لے سکتے ۔ اسی طرح لفظ عشق کو کمال محبت کے معنوں میں نہیں لیا جاسکتا ۔

(۶) محبوب رب المشرقین محبوب کا لفظ لغۃً تو غلط نہیں لیکن آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ لفظ میری ناقص نگاہوں سے نہیں گزرا ، صحابہ کرام ، علیہ السلام خلیلی یا حبیبی تو کہتے تھے لیکن محبوبی و معشوقی شاید کبھی نہ کہا ۔

(۷) اس درود میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ۳۵ یا ۳۶ اوصاف و شرف بیان کئے گئے ہیں جن کے آخر میں یہ صفات ہیں ۔ نبی الحرمین ، امام القبلتین وسیلتنا فی الدارین محبوب المشرقین والمغربین ۔ اور اس کے بعد الفاظ یوں ہیں ۔ جد الحسن والحسین رسم دنیا کے مطابق چھوٹا اپنے بڑوں کے لئے باعث فخر ہوسکتا ہے لیکن صرف اس وقت جب کہ وہ مجموعی حیثیت سے یا کسی خاص امتیازی کارگذاری میں اپنے بزرگوں سے آگے نکل جائے یا کم از کم ان کے برابر ہو جائے یا کسی ایسے وصف کا مالک ہو جائے ، جو اس کے بڑوں کو حاصل ہی نہ ہوا ہو نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونا حضرات حسنین کا نانا ہونا قطعاً کوئی شرف نہیں ۔ مہاجرین اور انصار کے مناقب و فضائل سے قرآن بھرا پڑا ہے یہی حضرات سب سے پہلے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے باعث فخر ہو سکتے ہیں ، ان سبھوں کو نظر انداز کر کے کسی ایسے کو باعث فخر بنانا جو نہ مہاجر ہے نہ انصار یقیناً ایک ایسی غالیانہ ذہنیت کا غماز ہے جس کا اہل سنت سے کوئی تعلق نہیں ۔

ہم تو یہ کہتے ہیں کہ کوفی دغا بازوں نے نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا لیکن کیا آپ نے کبھی یہ بھی سنا کہ کفار نے ابوبکرؓ کے داماد کو ہجرت پر مجبور کر دیا ۔ عثمانؓ کے خسر کو بے وطن کر دیا ۔ علی بن ابوالعاص کے نانا کے قتل کی سازش کی ، حسنین کے جد سے جنگ کی ۔ معاویہؓ کے بہنوئی کو زخمی کر دیا ۔ وغیرہ وغیرہ کیوں ؟ اس لئے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی جہت سے منسوب ہونا ہر ایک کے لئے باعث شرف ہے لیکن خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی جہت سے کسی طرف منسوب ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہرگز باعث شرف نہیں ۔ ہمارے آپ کے لئے تو امکان موجود ہے کہ اللہ کریم اپنے فضل سے ایسا درجہ عطا فرمائے جو ہمارے آپ کے پدری مادری اجداد سے بلند تر ہے اور ان کے لئے باعث فخر ہو لیکن کسی انسان کے متعلق یہ گمان کرنا بھی کفر ہے کہ وہ اُمتی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بلند تر درجے پر فائز ہو سکتا ہے اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ کسی خاص معاملے میں جناب حسنین آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے برتر ہیں تو ہزاروں افراد ایسے بھی ہیں جن کو سینکڑوں معاملات میں حضرات حسنین پر برتری حاصل ہے ۔ میں ابھی تک اس درود تاج کے اصلی مصنف کا نام معلوم کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا ۔ غالباً نام مخفی رکھنے ہی میں مصلحت ہوگی تاکہ خوش عقیدہ لوگوں میں آسانی سے مقبول ہو کر رائج ہو جائے ایسے ایسے کئی وظائف عوام میں رائج ہو گئے ہیں جس کا نہ کوئی سر ہے نہ پیر ۔ ان کی عربی زبان بھی نہایت گھٹیا قسم کی ہے بلکہ بعض وظائف تو سراسر مشرکانہ قسم کے ہیں جن کا مقصد یہی معلوم ہوتا ہے کہ اہل توحید کو قرآنی دعاؤں اور ماثورہ ادعیہ سے ہٹا دیا جائے ۔ اللہ کریم نے موقعہ دیا تو ہم اس موضوع پر مزید روشنی ڈالیں گے ۔ درود لکھی ، نادعلی ۔ لی خمسۃ ۔ گنج العرش اور اسی طرح کے بے شمار اوراد ہیں جو نہ فقط نظر ثانی کے محتاج ہیں بلکہ محض مہمل لغو اور مشرکانہ بھی ہیں ۔

(۸) یا ایہا المشتاقون بنور جمالہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
کسی مبتدی طالب علم کو یہ معلوم نہیں کہ مشتاق کا صلہ الیٰ ہوتا ہے ب نہیں ہوتا ۔

اتنی بھونڈی بھونڈی سی غلطیاں کوئی اہل علم نہیں کر سکتا ۔

کردن عیب را ہنر باید

تبصرۂ کتب

علیم ناصری

چند مسیحی غلط فہمیوں کا ازالہ

تالیف: محمد اسلم رانا
ضخامت: چھوٹا سائز ۴۸ صفحات۔ قیمت درج نہیں
ناشر: اسلامی مشن سنت نگر۔ لاہور

محترم محمد اسلم رانا صاحب مسیحیت کی تحقیق اور اسلام کی تبلیغ و مدافعت میں خاصا کام کر رہے ہیں۔ اس سے پہلے ان کے بیشتر کتابچے اس سلسلے میں مختلف موضوعات پر نکل چکے ہیں۔ رانا صاحب کا مطالعہ انجیل و تورات اور تاریخ مسیحیت و یہودیت میں ڈھکا چھپا نہیں۔ اس مخصوص میدان میں ان کی نظر نہایت گہری اور وسیع ہے۔ اس کتابچے میں انہوں نے گوجرانوالہ سے شائع ہونے والے ایک عیسائی رسالے "کلام حق" میں ان کے متعلق چھپنے والے بعض اعتراضات کا جواب دیا ہے۔ اور اس کے چیف ایڈیٹر پادری کے ایل ناصر کی بہت سی غلط فہمیاں دور کرنے کی کوشش فرمائی ہے جو نہایت مدلل اور برمحل ہے جن کو پڑھ کر مسیحیت کے سلسلے میں بہت سی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔

اللہ تعالےٰ رانا صاحب کو جزائے خیر دے کہ وہ اپنا کام نہایت جانفشانی اور لگن سے کر رہے ہیں اور اسلام کی بیش بہا خدمت انجام دے رہے ہیں۔ یہ رسالہ اسلامی مشن سنت نگر لاہور کے علاوہ مؤلف محمد اسلم رانا۔ مرکز تحقیق مسیحیت ملک پارک شاہدرہ سے بھی منگوایا جا سکتا ہے۔

آخر میں یہ گزارش ہے کہ رانا صاحب نے اپنے دلائل کے بعد جن کتب کا حوالہ دیا ہے ان کا نام انگریزی حروف میں لکھ کر چھوڑ دیا ہے جس کو انگریزی ناخواندہ آدمی نہیں پڑھ سکتا۔ اس لئے یہ نام اردو میں بھی لکھنے چاہیئیں۔

٭

مسیحی یا مسلمان؟

مؤلف: محمد اسلم رانا۔
ضخامت: چھوٹا سائز۔ ۵۶ صفحات
ناشر: اسلامی مشن سنت نگر۔ لاہور

اس کتابچے میں رانا صاحب نے عیسائیوں کے مذہبی عقاید (بسلسلہ حضرت عیسٰی علیہ السلام) پر بحث کی ہے۔ اور ان کی الوہیت، تثلیث، مصلوبیت، کفارہ اور دیگر مشہور نظریات وعقائد کی تردید اور قرآن اور اسلام کی رو سے اصل حقائق پیش فرمائے ہیں۔ یہ کتابچہ اپنے چھوٹے سے قد و قامت کے باوجود نہایت وقیع اور مفید ہے۔ اس کتابچے کا اصل عنوان "حضرت مسیح علیہ السلام کے حقیقی پیروکار مسیحی یا مسلمان؟" ہے کتابچے کے آغاز میں انہوں نے یہ جملہ لکھا ہے۔ "نسل انسانی کا ایک کثیر حصہ حضرت مسیح علیہ السلام کا معتقد ہے۔ مسیحی مسیحؑ کی تعریف کرتے نہیں تھکتے جب کہ مسلمانوں کا ایمان ہے کہ حضرت عیسٰیؑ کے اصل مقام کو وہی پہچانتے ہیں۔ اور مسلمان ہی ان کے سچے اور حقیقی پیروکار ہیں۔" رانا صاحب نے اس کتابچے میں خاص طور پر اس امر کو ملحوظ رکھا ہے کہ مسیحیوں سے زیادہ مسلمان ان کے سچے مقام شناس اور پیروکار ہیں۔ اس سلسلے میں تھوڑی سی ترمیم کی ضرورت ہے کہ مسلمان حضرت عیسٰی علیہ السلام کے مقام کو تو پہچانتے ہیں اور سچا نبی ہونے پر ایمان رکھتے ہیں، مگر ان کے پیروکار نہیں ہیں۔ پیروکار تو وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔ اگلے ایڈیشن میں رانا صاحب کو اس تسامح کی اصلاح کر دینی چاہیئے۔۔۔!!

وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

تالیف: عبدالخالق السندی
ضخامت۔ چھوٹا سائز ۶۴ صفحات
ناشر:۔ انس بن عبدالخالق السندی ۱/الف جہانگیر روڈ پٹیل پاڑہ کراچی ۵

اللہ تعالےٰ نے فرمایا وما اتاکم الرسول فخذوہ

(وما نهاكم عنه فانتهوا - (جو کچھ تمہیں اللہ کا رسول دے وہ لے لو اور جس سے منع کرے اس سے باز آجاؤ) اس حکم کے تحت جہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے سلسلہ میں امر بالمعروف کا تعلق ہے وہ تو اکثر لوگ کر ہی لیتے ہیں۔ مگر جہاں برائیوں سے منع کیا گیا ہے وہاں اکثر غفلت برتی جاتی ہے۔ بلکہ اللہ اور رسول کے اکثر احکام کی خلاف ورزی کے رفو فرمانش کی جاتی ہے۔ اس کتابچہ میں مولانا عبدالخالق السندی نے خالصتاً "نہی عن المنکر" کے موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ اور شرک و بدعات کی ممانعت کے احکام جمع کئے ہیں جن کو ایک ہی جگہ دیکھ کر آدمی اپنے اعمال کا نہ صرف جائزہ لے سکتا ہے بلکہ اپنا محاسبہ بھی کر سکتا ہے اور بے خیالی میں سرزد ہونیوالے منکرات سے بچنے کی سوجھ بوجھ پیدا ہوتی ہے۔ امید ہے اس کتابچے سے بہت سے لوگوں کو راہِ ہدایت نصیب ہو گی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی کو کامیاب فرمائے۔ یہ رسالہ اور دیگر ایسے ہی رسائل اور کتابچے ایک روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر مذکورہ پتہ سے منگوائے جا سکتے ہیں۔

زینتِ نماز المعروف مفتاح الصلوٰۃ

تالیف :- عبدالخالق السندی

ضخامت :- چھوٹے سائز کے ۳۱ صفحات

ناشر :- انس بن عبدالخالق السندی

۱- ایف جہانگیر روڈ - پٹیل پاڑہ - کراچی - ۵

اس کتابچے کے زیب عنوان یہ حدیث ہے۔

لَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ (مسلم شریف)

- اگر تم نے اپنے نبی ؐ کی سنت کو ترک کیا تو گمراہ ہو جاؤ گے۔

اس کتابچے میں نماز کو سنت کے مطابق ادا کرنے کا طریقہ اور اس کے فوائد بیان کئے گئے ہیں۔ یہ کتابچہ بھی مذکورہ پتہ سے بلاقیمت دوسرے رسائل کے ساتھ ایک روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر منگوایا جا سکتا ہے۔

حضرت معاویہ رضؓ بن ابی سفیان رضؓ

مؤلف : سلام اللہ صدیقی۔

ضخامت : ۹۶ صفحات۔ چھوٹا سائز۔ قیمت ۸ روپے

ناشر : پاک مسلم اکیڈمی دکان ۲۳ جامع مسجد باب الاسلام آرام باغ۔ کراچی

اس وقت جب کہ شیعیت اور رافضیت کی طرف سے بنو امیہ اور قرونِ اولیٰ کے ان معزز لوگوں کے خلاف زبان طعن دراز کی جا رہی ہے جنہوں نے اس دور کے حالات کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالف کیمپ میں حضرت معاویہ رضؓ کا ساتھ دیا یا بعد میں واقعۂ کربلا وغیرہ میں بنو امیہ کی حمایت میں اسلامی خدمات انجام دیں۔ حالانکہ آج نہ وہ طرزِ حکومت باقی ہے اور نہ شریعت اسلامیہ اس کا تقاضا کرتی ہے۔ مگر اہل تشیع نے چونکہ اس کو باقاعدہ مذہب کی صورت دے دی ہے اس لئے وہ تاریخ اسلام کو مسخ کرتے ہوئے عوام پر اپنی نام نہاد حقانیت کا سکہ بٹھانے کی کوششوں میں مصروف ہیں ظاہر ہے کہ اہلِ علم و خبر اس پر خاموش نہیں رہ سکتے لہٰذا ردِ عمل کے طور پر اور حقیقت کو زندہ رکھنے کی غرض سے ان لوگوں کے اختراع و افتراء کے جواب میں اصل تاریخی حقائق و واقعات پر قلم کو حرکت میں لانے کی ضرورت بڑھ جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر اہل سنت نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے اخلاف اور جانشینوں پر الگ الگ کتابیں تالیف کی ہیں۔

زیر نظر کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جس میں سلام اللہ صدیقی صاحب نے نہایت عمدہ پیرائے میں تاریخی حقائق کو قلم بند کیا ہے۔ پاک اکیڈمی کراچی اسے کے عمدہ کتابت و طباعت پر مبارکباد کے مستحق ہے۔

اطلاعات و اعلانات

قرار دادِ تعزیت

۲۳ نومبر بروز جمعۃ المبارک
جمعیت اہل حدیث فرید ٹاؤن

ساہیوال کا ایک تعزیتی اجلاس بسلسلہ وفات پروفیسر عبد المنان صاحب عباسی زیر صدارت جناب میاں محمد صدیق کمیانہ ایڈووکیٹ صدر جمعیت ہذا و ممبر وفاقی مجلس شوریٰ پاکستان منعقد ہوا جس میں قرار دادِ تعزیت منظور کی گئی۔ اور مرحوم پروفیسر عبد المنان صاحب عباسی ایم۔اے سابق صدر شعبہ اسلامیات گورنمنٹ کالج ساہیوال و خطیب جامع مسجد قدس فرید ٹاؤن ساہیوال کی وفات حسرت آیات پر گہرے رنج و الم کا اظہار کیا گیا۔ یہ اجلاس مرحوم کی مسجد ہذا کے لئے دامے، درمے، قدمے، سخنے دینی اور ملی خدمات اور بستر علالت تک مسجد ہذا میں بے لوث فرائض خطابت سرانجام دینے پر زبردست خراج تحسین پیش کرتا ہے۔ مرحوم بڑے نیک پابند صوم صلوٰۃ اور شب بیدار انسان تھے۔ مرحوم کو خدا نے گوناگوں خوبیوں سے نوازا تھا اور وہ ایک شیریں کلام مقرر اور پیکر اخلاص انسان تھے۔ جمعیت اہلحدیث فرید ٹاؤن ساہیوال خصوصاً اور جمعیت اہلحدیث پاکستان عموماً پروفیسر صاحب کی وفات پر ایک پاکباز اور متقی رہنما سے محروم ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ مرحوم کی بشری لغزشوں کو نظر انداز فرماتے ہوئے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازے۔ نیز ان کے پس ماندگان خصوصاً ان کے بیٹے جناب محمد محسن کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

(محمد رفیق عادل: ناظم جمعیت اہل حدیث فرید ٹاؤن، ساہیوال)

انتقالِ پُر ملال

حافظ عبد العزیز صاحب چاہ خلیل والا نزد شجاع آباد ضلع ملتان کے ہمشیرہ محترمہ مورخہ ۲۳/۱۱ کو وفات پاگئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون مرحومہ نہایت صالحہ خاتون تھیں۔ قارئین الاعتصام مرحومہ کے لئے رفع درجات کی اور حافظ صاحب اور دیگر اہل خانہ کے لئے صبر جمیل کی دعا کریں۔ (محمد سلیمان انصاری ناظم دفتر الاعتصام شیش محل روڈ۔ لاہور)

تبلیغی پروگرام مرکزی جمعیت اہلحدیث ضلع قصور

۳ جنوری ۱۹۸۵ء	بعد نماز ظہر	قصور
	بعد نماز عصر	جوڑا ہٹھاڑ
	بعد نماز عشاء	حسین خانوالہ ہٹھاڑ
۴ جنوری	جمعۃ المبارک	کھڈیاں خاص
	بعد نماز عشاء	راجہ جنگ

(ناظم نشر و اشاعت مرکزی جمعیت اہل حدیث ضلع قصور)

تبلیغی لٹریچر

مولانا شہاب الدین ثاقب زیروی کا منظوم پنجابی کلام۔ اصحاب محمد ﷺ عقیدہ اہل حدیث، ہجرت محمدی اور فتح مکہ مع جنگ بدر و صلح حدیبیہ۔ چاروں رسائل دو روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر منگوائیے۔ (راوہ پتہ۔ ۲۵ ہی سٹیلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ)

(۲) اخبار اہلحدیث سوہدرہ کے پرانے متفرق پرچے جو مسلک اہل حدیث اور علمی مضامین سے لبریز ہیں مفت حاصل کرنے کے لئے نصف کلو وزن تک ڈاک کے ٹکٹ لفافہ میں ارسال کریں۔ ہم اخبارات اہل حدیث مفت بھیج دیں گے (مینجر اہل حدیث سوہدرہ۔ گوجرانوالہ)

المسلم ڈائری ۱۹۸۵ء

قرآن و سنت کے احکام سے مزین

دینی و دنیوی معلومات کا خزانہ طلباء اور خطباء بھی تاجرانہ نرخ پر منگوا سکتے ہیں۔ عام قیمت ۴۰ روپے۔
رعایتاً ۲۵ روپے

(قاری شاہ محمد ربانی۔ سبحانی اکیڈمی اردو بازار لاہور)

انتخاب جمعیت طلبا جامعہ محمدیہ اوکاڑہ

امیر :۔ حافظ محمد یعقوب قصوری ۔ نائب امیر ، عبدالمجید ناظم اعلیٰ ، قاری عبداللہ طیب ، نائب ناظم ۔ مولانا محمد اسلم رضا ناظم لائبریری ۔ عبدالصمد نعیم ۔ خازن ۔ محمد بن اسماعیل

ادارہ تبلیغ اسلام

گزشتہ ہفتہ کے روز ساہیوال کے اکابرین ملت کا ایک نمائندہ وفد بورے والا کی عظیم آبادی مجاہد کالونی میں مولانا عبدالجبار فانی کی طرف سے جاری کردہ وسیع و عریض درس گاہ ادارہ تبلیغ اسلام کے معائنہ کے لئے وہاں پہنچا ۔ زیر تعمیر مسجد میں کالونی بھر کے نمازیوں سے علماء نے خطاب فرمایا ۔ چوہدری سلطان محمود اور حاجی بشیر احمد صاحبان نے نقد عطیہ کبھی مسجد کے لئے عطا فرمایا ۔ مولانا فانی صاحب کے لئے دعائیں ہوئیں ۔ اس ادارہ کی تیز رفتار ترقی میں تعاون کے لئے قارئین اور اصحاب خیر سے بھی اپیل کی جاتی ہے (خادم اسلام مولانا محمد صادق صاحب حصاروی مجاہد کالونی اقصیٰ روڈ بورے والا)

جامعہ انجنیئرنگ میں سلفی طلباء کی سرگرمیاں

۹ دسمبر کو سلفیہ رائزنگ انجنیئرز کے زیر اہتمام سیمینار ہال فیصل شہید لائبریری انجنیئرنگ یونیورسٹی لاہور میں یونیورسٹی سے فارغ ہونے والے سلفی طلباء کے اعزاز میں ایک الوداعی تقریب ہوئی ۔ جس میں مدیر مکتب الدعوۃ الاسلامیہ فضیلت الشیخ عبداللہ یحییٰ مہمان خصوصی تھے ۔ صدارت شعبہ علوم اسلامیہ جامع انجنیئرنگ کے چیئرمین چوہدری عبدالحفیظ نے کی ۔ جامعہ کے تمام سلفی طلباء مدعو تھے ۔ سلفیہ رائزنگ انجنیئرز کے امیر عبدالقدوس سلفی نے فضیلت الشیخ کی خدمت میں عربی میں سپاسنامہ پیش کیا ۔ جس کا محمد رفیق نے اردو ترجمہ کیا ۔ اس میں سلفی تحریک کی ضرورت و اہمیت پر زور دیا گیا ۔ جس کا آغاز ہم نے انجنیئرز کے حلقے سے کر دیا ہے ۔ اور اہلحدیث انجنیئرز سلفیہ رائزنگ انجنیئرز کے پلیٹ فارم پر جمع ہونا شروع ہو چکے ہیں ۔

برادرم محمد صدیق نے اپنے جونیئر ساتھیوں کی طرف سے فائنل ایر کے فارغ ہونے والے ساتھیوں کو الوداعی کلمات کہے ۔ جس کے جواب میں محمد عبداللہ شاکر نے اپنے جذبات و احساسات بیان کئے اور سلفیہ رائزنگ انجنیئرز سے وفاداری کا عہد کیا ۔ صدر مجلس چوہدری عبدالحفیظ صاحب نے صدارتی تقریر میں سلفیہ رائزنگ انجنیئرز کے قافلے کو پھیلانے اور اس کے استحکام پر زور دیا ۔ (محمد رفیق رابطہ سیکرٹری سلفیہ رائزنگ انجنیئرز جامعہ انجنیئرنگ لاہور ۔ ۳۱)

ضروری اعلان

۱۔ خبریں اور اعلانات مختصر بھیجیں ۔ ۲۔ تبلیغی رودادیں اور دیگر غیر ضروری تفصیلات شائع نہیں ہوں گی (۳) مضامین صاف اور خوشخط لکھیں ۔ (۴) آیات و احادیث کے حوالے مکمل درج کریں ۔ (ادارہ)